اردو زبان وادب میں رپورتاژ نگاری کا سرسری جائزہ اہم نکات

کلیدی الفاظ: رپورتاژ کے معنی ومفہوم # رپورتاژ کی ہیئت # رپورتاژ کے فنی لوازمات # رپورتاژ کی زبان # رپورتاژ سے صحافت اور رومانیت کا رشتہ # رپورتاژ کے بارے میں دانشوروں کے اقوال # رپورتاژ کا موجد # رپورتاژ کا آغاز وارتقاء # ترقی پسند دور کے رپورتاژ ور پورتاژ نگار # آزادی کے بعد کے رپورتاژ ونگار # عصر حاضر کے رپورتاژ نگار

شیخ ہما کوثر

ایسوسیٹ پروفیسر

(صدر شعبۂ اردو) مہیلا کالج، نزد ملٹی پرپز گراؤنڈ، ناندیڑ (مہاراشٹر)

ملخص: اردو میں انشائیہ نگاری اور مکتوب نگاری کی طرح رپورتاژ نگاری بھی ایک اہم نثری صنف ہے لیکن ان دونوں کے مقابلے رپورتاژ نگاری کو کم اہمیت دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس جدید ترین صنف کو پڑھا زیادہ گیا لیکن اس کے متعلق کم لکھا گیا۔ حالانکہ یہ ایک انتہائی دلکش نثری صنف ہے۔ اس کمی کو اونٹ کے منہ میں زیرہ سہی کچھ کم کرنے کے لئے اس کا سرسری جائزہ لینے کی کوشش اس مضمون میں کی گئی ہے۔ رپورتاژ نگار کی آنکھ کیمرے کی آنکھ کی مانند ہوتی ہے۔ کیمرہ صرف ظاہری تصویر پیش کرتا ہے لیکن رپورتاژ نگار جذبات واحساسات کی بھی تصویر کشی کرنے میں مہارت رکھتا ہے۔ اس لئے رپورتاژ کی اہمیت کیمرے کی تصویر سے زیادہ ہوتی ہے۔ رپورتاژ کے متعلق ارشاد خان نے ایک جگہ تحریر کیا ہے :

''رپورتاژ کی پہچان اس کی اپنی ہیئت سے زیادہ اس کے اظہار میں پوشیدہ ہے۔ اس صنف میں کوئی بھی گذرا ہوا واقعہ اظہار کی تہوں تک پہنچتا ہے اور تخلیق کار کے اندر چھپے ہوئے رومانوی احساس کو جگاتا ہے اور پھر مصورانہ چابکدستی کے ساتھ ایسی تخلیق کو اجاگر کرتا ہے جو واقعات کی لپیٹ میں مرقع کاری کا درجہ رکھتی ہے۔''[1]

پروفیسر مجید بیدار نے رپورتاژ کے فن اور ہیئت کے لئے مندرجہ ذیل باتیں لازمی قرار دی ہیں :

''کسی بھی رپورتاژ میں (۱) پیشکش کا حسن (۲) واقعاتی عمل (۳) تفصیل و تعبیر (۴) زبان و بیان کی تخلیقی فضا (۵) صحافتی عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس میں خبریہ حصہ کا دخل اور روداد کی صلاحیت کارفرما ہوتو اسے 'رپورتاژ' کے فن کی خوبی قرار دیا جائے گا۔''[۲]

افسانہ اور ناول کی طرح رپورتاژ کے اجزائے ترکیبی کی قید تو نہیں ہیں لیکن رپورتاژ کے لئے ارشاد احمد خاں نے اس طرح اہم نکات ذہن نشین کروائے ہیں :

''رپورتاژ نگاری کا فن اور اس کا اظہار حسب ذیل عنوانات کے ساتھ ممکن ہے۔ (۱) اسلوب (۲) ہیئت (۳) صحافت (۴) رومانیت (۵) افسانویت (۶) واقعیت (۷) قوت تحریر (۸) اقتباسی عمل (۹) جبریہ انداز'' [۳]

پرفیکٹ رپورتاژ پڑھنے والوں کو بے حد متاثر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر رپورتاژ ''پودے'' کا یہ اقتباس ملاحظہ کیجئے :

''ادیبوں کے کاہن ملک راج اور سید سجاد ظہیر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ دونوں براق کھدر میں ملبوس تھے۔ سجاد ظہیر کی کھدر کا رنگ سفید تھا۔ تو ملک راج آنند کا رنگ جوگیا تھا لیکن لباس دونوں کا وہی تھا۔ وہی ٹوپی وہی جواہر جیکٹ، وہی پائجامہ، ملک راج آنند کے منہ پائپ تھا تو سجاد ظہیر کے لبوں پر تبسم ___ آنند اور سجاد ظہیر دونوں ادبی کانفرنس کے پروگرام طئے کر رہے تھے۔''[۴]

ترقی پسند ادیبوں نے رپورتاژ نگاری کے آغاز و ارتقاء میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس دور کے متعدد رپورتاژ ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رپورتاژ نگاری ترقی پسند تحریک کے عروج کے ساتھ ترقی کرتی رہی ہے۔ ترقی پسند تحریک کے دور میں ہی رپورتاژ نگاری کا باضابطہ آغاز ہوا ہے، مگر اس سے پہلے بھی ایسی متعدد تحریریں اردو

زبان وادب میں ملتی ہیں جو جزوی یا ادھوری طور پر رپورتا ژ نگاری کے زمرے میں شامل کی جاسکتی ہیں۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کی تحریر ''دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ'' کا انداز بیاں اس تحریر کو رپورتا ژ نگاری کے قریب کرتا ہے مگر یہ تحریر حقیقی واقعہ نہیں بلکہ فرضی اور خیالی ہے اس لئے رپورتا ژ نہیں ہے کیونکہ حقیقی واقعات رپورتا ژ نگاری کے لئے پہلی شرط ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریر کردہ کلکتہ کی مشاعرے کی ۵؍جولائی ۱۹۰۲ء کی رپورٹ بھی رپورتا ژ نگاری سے قریب لگتی ہے۔ اس قسم کی اور بھی کئی تحریریں ملتی ہیں جو رپورتا ژ نگاری کے ابتدائی نقوش میں شامل ہیں۔

....

تعارف *(Introduction)*

رپورتا ژ کے معنی اطلاع یا خبر دینا ہے یا اپنے مشاہدات بیان کرنا ہے۔ رپورتا ژ فرانسیسی لفظ ہے۔ یہ لفظ لفظی اور معنوی اعتبار سے رپورٹ سے قریب ہے۔ رپورتا ژ ایک ایسی جدید نثری صنف ہے جس میں صحافتی انداز اور امورِ خانہ شعور کے ساتھ ساتھ تاثرات اور احساسات کا خوبصورت اظہار ہوتا ہے۔ اس کا بیان ادبیت اور رومانیت کا ملاپ نظر آتا ہے۔ رپورتا ژ ایک ایسی چلتی پھرتی تصویر ہے جس میں دوسروں کے ساتھ مصنف کی ذات بھی نظر آتی ہے۔ رپورتا ژ میں مصنف کا اسلوب، قوت متخیلہ، تخلیقی توانائی اور صداقت نہایت اہم ہے۔ کسی واقعے یا خبر کو اس طرح تحریر کر دیا جائے کہ اس میں افسانے کا انداز پیدا ہو جائے، رپورتا ژ ہے۔ رپورتا ژ اس تحریر کو کہتے ہیں جس میں کسی علمی وادبی جلسے کی روداد یا مشاعرے کا آنکھوں دیکھا حال یا کسی حادثے یا واقعہ کا بیان دلکش انداز میں کیا جائے۔ سردار جعفری نے رپورتا ژ کو صحافت اور افسانے کی درمیانی کڑی کہا ہے۔

بقول پروفیسر احتشام حسین :

''رپورتا ژ کو ہم اوقعات کی ادبی محاکاتی رپورٹ کہہ سکتے ہیں۔''

مصنف خان سحاب نے ایک جگہ تحریر کیا ہے :

''رپورتاژ (reportage) فرانسیسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ 'اطلاع' یا خبر کے ہیں۔'' ۵؎

اسی طرح ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم نے ایک جگہ تحریر کیا ہے :

''رپورتاژ کا رشتہ انگریزی لفظ 'report' اور فرانسیسی لفظ 'reportage' سے بنتا ہے۔'' ٦؎

رپورتاژ مختصر بھی ہوسکتا ہے اور طویل بھی۔ اس کی ضخامت افسانے سے ناول تک کی ہوسکتی ہے۔ رپورتاژ نہ صرف اردو بلکہ دیگر ادبی زبانوں کی بھی جدید ترین نثری صنف ہے۔

رپورتاژ کا آغاز وارتقاء :

صنفِ رپورتاژ افسانہ اور ناول کی طرح انگریزی ادب سے اردو میں منتقل ہوئی ہے اور اس کا آغاز ترقی پسند تحریک کے دور سے ہوا ہے۔ حمید اختر نے انجمن ترقی پسند مصنفین کی روداد دلکش ادبی زبان اور محاکاتی انداز میں پیش کر کے اردو داں حلقے کو اس نثری صنف سے متعارف کیا۔ اس لئے حمید اختر کو ہی صنف رپورتاژ کا موجد تسلیم کیا جاتا ہے۔

۱۹۴۰ء میں ''یادیں'' عنوان سے شائع ہونے والی سجاد ظہیر کی تحریر، کرشن چندر کی تحریر ''پودے'' کرشن چندر کی ایک اور تحریر ''صبح ہوتی ہے'' پرکاش پنڈت کی تحریر ''کہت کبیر سنو بھئی سادھو'' عصمت چغتائی کی تحریر ''بمبئی سے بھوپال تک'' صفیہ اختر کی تحریر ''ایک ہنگامہ'' عادل رشید کی تحریر ''خزاں کے پھول'' فکر تونسوی کی تحریر ''چھٹا دریا'' شفیق الرحمٰن کی تحریر ''دجلا سے فرات تک'' تاجور سامری کی تحریر ''جب بندھن ٹوٹے'' جمنا داس اختر کی تحریر ''اور خدا دیکھتا رہا'' ابراہیم جلیس کی تحریر ''دوملک ایک کہانی'' خدیجہ مستور کی تحریر ''پوچھئے'' اجمل اجملی کی تحریر ''ایک رات گذری ہے ایک صدی گذری ہے'' اور عبداللہ ملک کی تحریر ''مستقبل ہمارا ہے'' بیسویں صدی کے اہم رپورتاژوں میں شامل

ہیں۔اس کے علاوہ ''لندن لیٹر'' رپورتاژ نگار قرۃ العین حیدر''دلی کی بپتا'' رپورتاژ نگار شاہد احمد دہلوی ''اجالے کی طرف'' رپورتاژ نگار عنایت اللہ ''کیوں ترا راہ گذر یاد آیا'' رپورتاژ نگار خورشید انور جیلانی ''سرخ زمین اور پانچ ستارے'' رپورتاژ نگار ابراہیم جلیس ''جہلم کے اس پار'' رپورتاژ نگار ظ۔انصاری ''پشکن کے دیس میں'' رپورتاژ نگار جگن ناتھ آزاد ''کتابوں کی تلاش'' رپورتاژ نگار ڈاکٹر گیان چند ''ڈوب ڈوب کر ابھری ناؤ'' رپورتاژ نگار سلمٰی عنایت اللہ ''عابد روڈ سے کمرشیل اسٹریٹ'' رپورتاژ نگار عاتق شاہ ''اے بنی اسرائیل'' رپورتاژ نگار قدرت اللہ شہاب ''نقاب اور چہرے'' رپورتاژ نگار سلمی صدیقی ''بمبئی سے اودے پور تک'' رپورتاژ نگار ندا فاضلی۔اس کے علاوہ بھی متعدد تحریریں ہیں جو رپورتاژ نگاری کے ارتقاء کا اٹوٹ حصہ ہیں۔''یادیں'' سجاد ظہیر کا اولین رپورتاژ ہے، اس کا تعلق ترقی پسند تحریک سے ہے،اس میں ترقی پسندی کی مہک آتی ہے۔جیسے :

''ہمیں محسوس ہونے لگا کہ فاشسٹ کی گو آج جیت ہوئی ہے۔لیکن دوسری طرف محنت کشوں کا انقلابی شعور بڑھ رہا ہے۔انھیں ناکامیوں کا تجربہ کامیاب انقلاب کو ممکن بنائے گا۔'' [۷]

رپورتاژ نگاری کی ابتداء شاندار ہوئی اور اسے نہایت تیزی سے مقبولیت حاصل ہوئی مگر یہ زیادہ دنوں تک برقرار نہیں رہ سکی۔آہستہ آہستہ اس کی مقبولیت کم ہوتی گئی،مگر اب اکیسویں صدی میں داخل ہونے کے بعد جدید ٹیکنالوجی کی وجہ سے فیس بک، واٹس اپ اور انسٹاگرام جیسے ذرائع رپورتاژ نگاری کو فروغ دینے میں معاون ثابت ہو رہے ہیں۔جس کی وجہ سے اس صنف کی مقبولیت بڑھ رہی ہے اور اس کی اہمیت بھی عام لوگوں کے سمجھ میں آرہی ہے۔ برسوں پہلے علی سردار جعفری نے رپورتاژ نگاری کی اہمیت وافادیت کو جانتے ہوئے ایک جگہ تحریر کیا تھا :

''یہ صنف ادب رپورتاژ بالکل نئی ہے۔لیکن بے انتہا اہم ہے۔یہ صحافت اور افسانہ کی درمیانی کڑی ہے اور اس سے ہمارے ادب کو بے انتہا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ترقی

پسندتحریک کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ رپورتاژ ہمارے مقاصد کے لئے بہت ضروری ہے۔اس کے ذریعے سے ہم بڑے بڑے کام لے سکتے ہیں۔'' ۸؎

اکثر ترقی پسند ادباء وشعراء ترقی پسند تحریک سے جنون کی حد تک جڑے رہے۔ انھوں نے اردو ادب کے جدید شعری ونثری اصناف سخن کو ترقی پسند تحریک کو فائدہ پہنچانے کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی۔ رپورتاژ نگاری بھی ان کی نظر میں ترقی پسند تحریک کو فروغ دینے کا ایک اہم ذریعہ تھی۔اسی لئے علی سردار جعفری نے بھی اسے ترقی پسند تحریک کے عینک سے دیکھا ہے، حالانکہ رپورتاژ نگاری اہم معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں ہماری تہذیب وثقافت اور تاریخ کا عکس دکھاتی ہے۔ رپورتاژ نگاری کے ابتدائی دور میں متعدد رپورتاژ نگاروں نے اس صنف کے ارتقاء میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ان قدآور ادیبوں کی فہرست میں محمود ہاشمی بھی شامل ہیں۔ ''کشمیر اداس ہے'' محمود ہاشمی کا مقبول ناول نما رپورتاژ ہے۔اس رپورتاژ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ممتاز شیریں نے ایک جگہ تحریر کیا ہے :

''اس رپورتاژ کی قدر وقیمت اس لئے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس میں مستند تفصیلوں کے ساتھ اس پار کا حقیقی کشمیر نظر آتا ہے جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔''

۹؎

رپورتاژ کے موضوعات میں معاشرتی حالات، ادبی وتہذیبی جلسے، فسادات، ہنگامی حالات، حادثات، جنگ، سیر وسیاحت اور قحط کا شمار ہوتا ہے۔ یہ موضوعات رپورتاژ کے مختلف اقسام کرنے اور سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ایک اچھا افسانہ نگار ایک اچھا رپورتاژ نگار بھی ہوتا ہے کیونکہ واقعات نگاری، کردار نگاری اور منظر نگاری کی مہارت جس طرح افسانہ نگاری کے لئے ضروری ہوتی ہے اس طرح رپورتاژ نگاری کے لئے بھی ضروری ہوتی ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ ایک کا تعلق افسانے سے ہے اور دوسرے کا حقیقت سے۔جن رپورتاژ نگاروں نے اس صنف کی روایت کو آگے بڑھایا ان میں سلمٰی

صدیقی جنھوں نے دانشوروں اور ماہرین علم وفن کی ایک دعوت جو کرشن چندر کے گھر ہوئی تھی بعنوان ''نقاب اور چہرے'' رپورتاژ کی شکل میں تحریر کیا۔ رام لعل جنھوں نے جدیدیت کے رجحان کے تحت ادیبوں کی سمپوزیم کی روداد بعنوان ''احساس کی یاترا'' رپورتاژ کی صورت میں لکھا' اسی طرح عاتق شاہ جن کا رپورتاژ ''خالی ہاتھ'' جو ۱۹۴۹ء میں تحریر ہوا کے نام بھی اہم ہیں۔ان ہی رپورتاژ نگاروں میں قرۃ العین کا بھی نام آتا ہے۔ قرۃ العین حیدر کے (۱) لندن لیٹر (۱۹۵۳ء)، (۲) پدماندی کے کنارے (۱۹۶۰ء)، (۳) درچمن ہر ورقی دفتر حال دیگرست (۱۹۶۸ء)، (۴) کوہ دماوند (۱۹۶۸ء)، (۵) روداد گلگشت (۱۹۷۴ء)، (۶) ستمبر کا چاند، (۷) جہانِ دیگر، (۸) چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ، (۹) خضر سوچتا ہے وولر کے کنارے (کشمیر)، (۱۰) دکن سا نہیں ٹھار سنسار میں (۱۱) قیدخانے میں تلاطم ہے کہ ہند آتی ہے (عالم آشوب)، وہ رپورتاژ ہیں جو بیسویں صدی کی ادبی تاریخ کا اہم حصہ ہیں۔''ستمبر کا چاند'' قرۃ العین کا نہایت مقبول اور اہم رپورتاژ ہے۔قرۃ العین حیدر کی رپورتاژ نگاری پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے واجدہ بیگم نے اپنی تصنیف میں ایک جگہ تحریر کیا ہے :

''قرۃ العین حیدر کے رپورتاژ فنی اصول اور ضوابط پر پورے اترتے ہیں اور دستاویزی صداقت و اہمیت کے حامل نظر آتے ہیں۔فنی تقاضوں کے پیش نظر قرۃ العین حیدر ایک کامیاب رپورتاژ نگار اور ان کے رپورتاژ اردو ادب کے شاہکار کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔''[۱۰]

رپورتاژ نگاری اردو زبان و ادب کی جدید ترین صنف سہی، لیکن اس کا سرمایہ نہ صرف قیمتی بلکہ خاطر خواہ بھی ہے۔امید ہے کہ اکیسویں صدی میں اس میں مزید اضافہ ہوگا۔

ماحصل :

رپورتاژ نگاری میں واقعہ نگاری، حقیقت نگاری، کردار نگاری اور منظر نگاری کے

ساتھ ساتھ جذبات نگاری کی بھی شمولیت لازمی ہوتی ہے۔ رپورتاژ نگار نہ صرف منظر بلکہ پس منظر بھی دیکھتا اور دکھاتا ہے۔ اسی لئے رپورتاژ پڑھنے میں تصاویر دیکھنے سے زیادہ لطف آتا ہے۔ عصر حاضر میں ٹی وی اور موبائل نے عام انسانوں کو انتہائی مصروف کر دیا ہے۔ لوگ دن رات ٹی وی اور موبائل میں کھوئے ہوئے ہیں اس لئے طویل تحریریں پڑھنے میں نہ انھیں دلچسپی رہی اور نہ ہی ان کے پاس اتنا وقت ہے۔ عصر حاضر اختصار کا زمانہ ہے۔ جس طرح نظم میں طوالت کی جگہ مختصر شعری اصناف نے لی، اسی طرح نثر میں طویل افسانے اب افسانچوں کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ اکثر لوگ مختصر ترین تحریریں ہی پڑھ پا رہے ہیں۔ رپورتاژ کی ماہیت افسانچہ تک تو نہیں پہنچائی جا سکتی ہے۔ لیکن مختصر افسانہ سے زیادہ نہ ہو تو زیادہ بہتر ہوگا۔ تبھی رپورتاژ نگاری دوسرے مختصر شعری و نثری اصناف کی طرح زندہ و تابندہ رہے گی۔

حوالہ جات :

۱۔ اردو میں رپورتاژ نگاری کا فنی جائزہ۔ ماہنامہ 'فکر و تحقیق' دہلی۔ جولائی ۲۰۱۵ء

۲۔ اردو کی شعری و نثری اصناف۔ ص ۲۴۱

۳۔ اردو میں رپورتاژ نگاری کا فنی جائزہ۔ ماہنامہ 'فکر و تحقیق' دہلی۔ جولائی ۲۰۱۵ء

۴۔ رپورتاژ 'پودے'۔ ص ۴۴

۵۔ نگارستان۔ مصنف: منصف خان سحاب۔ ص ۳۶۱

۶۔ اصناف اردو۔ مؤلف: ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم۔ ص ۷۹

۷۔ اردو میں رپورتاژ نگاری۔ مرتب: عبدالعزیز۔ اشاعت اول اگست ۱۹۷۷ء ص ۵۶

۸۔ خزاں کے پھول۔ از: عادل رشید۔ پیش لفظ۔ ص ۱۱

۹۔ کشمیر اداس ہے۔ محمود ہاشمی۔ ۱۹۵۰ء ص ۳۸

۱۰۔ قرۃ العین حیدر کی رپورتاژ نگاری۔ مصنفہ: واجدہ بیگم۔ ۲۰۱۵ء مطبع: روشان پرنٹرس دہلی ۶۔ ص ۱۸۲

****